علامہ اقبال کا ایک مضمون ......"قومی زندگی" (۱)

ڈاکٹر محمد وسیم انجم، صدر شعبۂ اُردو، وفاقی جامعہ اُردو، اسلام آباد

Abstract

Allama Iqbal is considred one of the greatest poets of twenthieth century .He was a poet, philosopher and leader at the same time. He has played an important role in making Indian Muslims aware of the importance of freedom. His poetry has been translated in different languages of the world.This article has explaned the Iqbal's historicle article of "National Life" which he delieverd as a lecture in Abbotabad.

علامہ اقبال کی عظیم نثر کا سلسلہ عین ان کے عالمِ شباب میں شروع ہوا اور ان کی حیات کے آخری سال ۱۹۳۸ء تک جاری رہا۔ اس عرصہ کے دوران عالمِ اسلام کئی مسائل سے دو چار ہوا۔ قومی زندگی میں ابتلاء اور آزمائش کے مختلف مراحل آئے ۔ غیروں نے یاوری اور اپنوں نے بے وفائی کی اور اقبال ان ۳۴ برس کے واقعات کو مشاہدات کی صورت میں اپنے ذہن ہی میں نہیں، قلم سے بھی صفحہ قرطاس پر محفوظ کرتے چلے گئے ۔ اس عرصہ میں ان کی نثری تحریریں بالالتزام اور کہیں کہیں منتشر حالتوں میں ملتی ہیں، ان تحریروں کو یکجا کیا جائے تو برِ صغیر کے مسلمانوں کی تاریخ مرتب ہو سکتی ہے ۔ جن لوگوں نے اقبال کی شاعری اور نثر دونوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کی رائے یہ ہے کہ اقبال کی نثر میں بھی وہی خلوص ، اظہار، گہرائی اور گیرائی ، فکر و خیال کی ہم آہنگی اور استدلال کا وہی زور اور احساس کی وہی دردمندی پائی جاتی ہے جو ان کے اشعار کا طرۂ امتیاز ہے (۲)۔ اقبال نے اپنے شعر میں دلوں کو گرمایا ، لیکن نثر کے ذریعے انہوں نے قومی مسائل کو ٹھنڈے دل اور گہری نظر کے ساتھ سمجھنے اور متانت اور معقولیت کے ساتھ بیان کرنے کی ایک اعلیٰ روایت سے ہمیں سرفراز کیا۔ ہمارے ہاں قومی مسائل سے حقیقت پسندی اور دردمندی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کی روایت کا آغاز سرسید احمد خان سے ہوتا ہے ۔ درمیان میں محسن الملک ، وقار الملک اور کسی حد تک الطاف حسین حالیؔ، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی جوہر نے اسے زندہ رکھنے کی کوشش کی ، مگر اس روایت کو جو بلندی اور اثر و نفوذ علامہ اقبال کے ہاتھوں نصیب ہوا، اس کی مثال برِعظیم پاک و ہند میں مسلمانوں کی تاریخ نہ پہلے پیش کر سکتی تھی اور نہ اب کر سکتی ہے ۔

بے شک اقبال کی نثر کا سرمایہ عظیم اور دقیع ہی نہیں، بیش تر قابلِ ذکر اور ممتاز ذکر اور ممتاز نثر نگاروں کی نگارشات سے زیادہ وسیع اور ضخیم بھی ہے۔(۳)

اقبال کا مضمون (۴)''قومی زندگی'' کے عنوان سے ''مخزن''(۵) کے اکتوبر ۱۹۰۴ء کے شمارے میں شائع ہوا جس کی ادارت شیخ عبدالقادر (۶) کر رہے تھے۔ جنہوں نے علامہ اقبال کو''مخزن''میں نثر لکھنے پر آمادہ کیا اور تھوڑے عرصے میں ان کی نثری تحریریں بھی خاصی تعداد میں منظرِ عام پر آگئیں (۷)۔ شیخ عبدالقادر کی شیخ محمد اقبال سے اتنی بے تکلفی تھی کہ وہ نظم یا نثری مضمون ان سے زبردستی حاصل کر لیتے اور مخزن میں شائع کر دیتے تھے۔ چنانچہ مخزن میں دوسرے شعراء کی نسبت شیخ محمد اقبال کے مضامین نظم ونثر زیادہ شائع ہوئے۔(۸)

اقبال کا نثری مضمون ''قومی زندگی'' قدرے طویل تھا۔ اس کی اشاعت کے وقت علامہ اقبال گورنمنٹ کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر تھے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ابھی یورپ نہیں گئے تھے۔ اس مضمون میں اقبال نے ڈارون کے نظریے میں اور بالخصوص جہد البقاء کے پس منظر میں بقائے اصلح Survival of the Fittest کے خیال کو عام فہم اور مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔(۹)

لیکن جیسا کہ اقبال کا عمر بھر یہ وطیرہ رہا ہے، وہ خواہ کتنی ہی سائنسی یا فلسفیانہ بات کر رہے ہوں، زندگی کے اصل اور فوری مسائل کا دامن ان کے ہاتھ سے کبھی نہیں چھوٹتا بلکہ بالعموم وہ فلسفیانہ خیالات سے آغاز ہی اس لیے کرتے ہیں کہ واقعی مسائل کے سمجھنے اور حل کرنے میں ان سے مدد لی جا سکے۔

چنانچہ بقائے اصلح کی تمہیدی بحث کے بعد وہ زمانۂ حال کی بعض ان قوموں کا ذکر قدرے تفصیل سے کرتے ہیں جو ان کے خیال میں صنعت، کوشش، تنظیم اور جدوجہد کے ذریعے معمولی حیثیت سے بلند مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہاں وہ یہودیوں کی سخت جانی اور پختہ خیالی کے علاوہ جاپان کی حیرت انگیز صنعتی اور معاشرتی ترقی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کرتے ہیں اور اہلِ ملک کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ ''جب تک ہندوستان صنعتی ملک نہ ہوگا اور ہم جاپانیوں کی طرح اپنے پاؤں کھڑے نہ ہوں گے اس وقت تک قدرت ہمیں قحط کے تازیانے لگاتی رہے گی اور طرح طرح کی وبائیں ہمیں ستاتی رہیں گی''

مضمون کے درمیانی حصے میں اقبال نے قومی ترقی کی ان ضرورتوں سے متعلق نہایت مفید اور خاصی دلچسپ بحث کی ہے لیکن اس بحث کے آغاز میں انہوں نے جو ایک پیرا گراف مذہبی فکر کے ارتقاء اور جدید زمانے کے تمدنی تقاضوں کے باہمی تعلق پر لکھا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہماری نئی نسل اس پر غور کرے اور اس کے مفاہیم ومطالب کو سمجھے۔ یہ پیرا گراف اس بات کی دلیل ہے کہ اقبال اس صدی کے بالکل اوائل میں جب وہ ابھی ''نوجوان''ہی تھے مذہب وملت کے اہم مسائل پر پوری ذمہ داری اور بصیرت کے ساتھ گفتگو کر سکتے تھے۔ ان سطروں کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم یہ حصہ بعینہٖ نقل کرنے پر مجبور ہیں۔(۱۰) امام ابو حنیفہ کی دینی خدمات کا ذکر کرنے کے بعد''مقالاتِ اقبال''میں تحریر ہے:

''اگر مذہبِ اسلام کی رو سے مجسموں کے ذریعے بڑے بڑے حکماء کییادگاریں قائم رکھنے کا دستور جائز ہوتا تو یہ عظیم الشان فقیہ اس عزت کا سب سے پہلا حق دار تھا۔ دینی خدمت کے اس حصے یعنی فلسفۂ شریعت کی تفسیر و توضیح میں امیر المومنین جنابِ علیؓ کے بعد جو کچھ اس فلسفی امام نے سکھایا ہے، قوم اسے کبھی فراموش نہیں کرے گی لیکن موجودہ حالاتِ زندگی پر غور کیا جائے تو جس طرح اس وقت ہمیں تائید اصولِ مذہب کے لیے ایک جدید علم کلام کی ضرورت ہے۔ اس طرح قانونِ اسلامی کی جدید تفسیر کے لیے ایک بہت بڑے فقیہ کی ضرورت ہے۔ جس کے لیے قوائے عقلیہ و متخیلہ کا پیمانہ اس قدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات کی بنا پر قانونِ اسلامی کو نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب و منظّم کر سکے، بلکہ تخیل کے زور سے اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام ممکن صورتوں پر حاوی ہو۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اسلامی دنیا میں اب تک کوئی ایسا عالی دماغ مقنن پیدا نہیں ہوا اور اگر اس کام کی اہمیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام شاید ایک سے زیادہ دماغوں کا ہے اور اس کی تکمیل کے لیے کم از کم ایک صدی کی ضرورت ہے۔ یہ بحث بڑی دلچسپ ہے مگر چونکہ قوم ابھی ٹھنڈے دل سے اس قسم کی باتیں سننے کی عادی نہیں ہے۔ اس لیے میں مجبوراً نظر انداز کرتا ہوں''(۱۲)

تمدنی اصلاح کے ضمن میں سب سے پہلے ''حقوق نسواں'' کو لیا ہے اور اس امر پہ بہت زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مخصوص دینی اور تمدنی تقاضوں کے مطابق اپنی بچیوں کی تعلیم کا فوری مناسب انتظام کرنا چاہیے اور اس کو سرکاری مدرسوں پر نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ تعلیم کے بعد تعددِ ازدواج سے بحث کی ہے اور یہاں اقبال نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ قریب قریب وہی ہیں جن کو اب کہیں جا کر ہمارے ملک میں قانونی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔(۱۳)

پردے کی بحث اور بھی دلچسپ اور خیال انگیز ہے۔ اقبال کے شعروں سے اکثر یہ تاثر لیا گیا ہے کہ وہ بالعموم آزادئ نسواں کے خلاف اور ''پردے'' کے شدت سے حامی تھے۔ اس مضمون میں بھی ''اخلاق اور معاشرتی وجوہ'' سے انہوں نے پردے کی حمایت کی ہے لیکن اس میں وہ تشدد اور سختی نہیں جو بعض لکھنے والے ان کے اشعار کی مدد سے ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس اہم سوال پر ان کی جچی تلی رائے خاص توجہ کے قابل ہے۔(۱۴) جس سے متعلق عبدالواحد معینی ''مقالاتِ اقبال'' میں لکھتے ہیں:

''اس دستور کو یک قلم موقوف کر دینا میری رائے میں قوم کے لیے نہایت مضر ہوگا۔ ہاں اگر قوم کی اخلاقی حالت ایسی ہو جائے جیسی ابتدائے زمانۂ اسلام میں تھی تو اس کے زور کو کم کیا جا سکتا ہے اور قوم کی عورتوں کو آزادی سے افراد کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرنے کی عام اجازت ہو سکتی ہے''(۱۵)

علامہ اقبال بے جا نام ونمود کی خواہش کو ایک مرض تصور کرتے ہیں جس سے نجات حاصل کرنا اشد ضروری ہے (۱۶)۔شادی بیاہ کی بعض قبیح رسوم اور ایسے موقعوں پر فضول خرچی پر اعتراض کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ نا رضا مندی کی شادیاں مسلمانوں میں عام ہو رہی ہیں جس سے ننانوے فیصد اسلامی گھروں میں اس بات کا رونا رہتا ہے کہ میاں بیوی کی آپس میں نہیں بنتی۔آپ کی رائے میں منگنی کا رواج نہایت مفید ہوسکتا ہے بشرطیکہ میاں بیوی کو اپنے بزرگوں کے ساتھ ملنے کا موقع دیا جائے تا کہ وہ ایک دوسرے کی عادت اور مزاج کا مطالعہ کرسکیں اور اگر ان کے مزاج قدرتاً مختلف واقع ہوئے ہوں تو منگنی کا معاہدہ فریقین کی خواہش سے ٹوٹ سکے۔(۱۷)

مضمون کے آخر میں اقبال نے مسلمانوں کی اقتصادی حالت اور اس طبقے کے تعصب اور تنگ نظری کا بھی قدرے محتاط مگر پر لطف انداز میں ذکر کیا ہے جو ہماری دینی تربیت کا اب ذمہ دار ہے۔ہماری گرتی ہوئی معاشی حالت کا احساس اقبال کو ابتدائے شعور ہی سے تھا چنانچہ اس مضمون میں انہوں نے فضول خرچی کی عادت اور شادی بیاہ کے موقعوں پر اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرنے کے رجحان کی مذمت کی ہے اور مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ اور باتوں کے علاوہ محنت، تنظیم اور کفایت شعاری سے کام لے کر وہ اپنی مالی حیثیت کو سنبھالیں اور ترقی دیں۔(۱۸) کیونکہ یہ بدقسمت قوم اپنی حکومت کھوبیٹھی ہے۔صنعت کھوبیٹھی ہے۔اب وقت کے تقاضوں سے غافل اور افلاس کی تیز تلوار سے مجروح ہو کر ایک بے معنی توکل کا عصا ٹیکے کھڑی ہے۔(۱۹)

آپ کی رائے میں مسلم قوم کی تعمیر نو کے لیے دو چیزوں کی بہت ضرورت ہے۔اصلاحِ تمدن اور تعلیمِ عام کے سلسلے میں آپ کے نزدیک مسلمانوں کو تعلیم کی تمام شاخوں سے زیادہ صنعت کی تعلیم پر توجہ دینی چاہیے۔آپ صنعت وحرفت کو قوم کی سب سے بری ضرورت خیال کرتے ہیں (۲۰) اور فرماتے ہیں:

> ''اگر میرے دل سے پوچھو تو سچ کہتا ہوں کہ میری نگاہ میں اس بڑھئی کے ہاتھ جو تیشے کے متواتر استعمال سے کھردرے ہو گئے ہیں، ان نرم نرم ہاتھوں کی نسبت بدرجہا خوبصورت اور مفید ہیں جنہیں قلم کے سوا کسی اور چیز کا بوجھ کبھی محسوس نہیں کیا''(۲۱)

''قومی زندگی'' کا غائر مطالعہ ایک اور پہلو سے بھی اہم ہے۔۱۹۰۴ء کا زمانہ اقبال کی ''نیشنلزم'' کا زمانہ خیال کیا جاتا ہے یہ وہ دور ہے جب انہوں نے ''نیا شوالہ''، ہندوستانی بچوں کا گیت''، ''قومی ترانہ'' اور ''تصویرِ درد'' جیسی نظمیں لکھیں۔اس دور کے متعلق عام تاثر یہ ہے کہ اقبال مذہب سے دور اور ہندوستانی قومیت کے بہت نزدیک تھے۔بعض اشعار سے اس کی تائید بھی ہو جاتی ہے، لیکن بیس صفحات کا یہ طویل اور عمیق افکار پر مشتمل مضمون جو اوّل تا آخر اسلامی درد اور اسلامی قومیت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔واقعات کی مختلف نہج پر غمازی کرتا ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۴ء میں بھی اقبال ''قومی زندگی'' سے مسلمانوں ہی کی زندگی مراد لیتے تھے جس کا براہِ راست تعلق حضرت علیؓ، امام ابوحنیفہ، شریعتِ اسلامی، پردے، تعددِ ازدواج اور مولوی حضرات سے تھا۔(۲۲)

حوالہ جات:

۱۔ یہ مضمون ایک لیکچر کی صورت میں ایبٹ آباد میں دیا گیا تھا جب علامہ اقبال گرمی کی تعطیلات میں اپنے بڑے بھائی شیخ عطا محمد S.D.O ایبٹ آباد کے پاس گئے ہوئے تھے۔ دیکھیے:
ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، اقبال کا ذہنی ارتقاء، (مکتبہ خیابانِ ادب لاہور، جنوری ۱۹۷۸ء)، ص ۱۸

۲۔ ایم ایس ناز، حیاتِ اقبال، (شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۸۲

۳۔ گوہر نوشاہی۔ مرتب۔ مطالعۂ اقبال، (بزمِ اقبال لاہور، مئی ۱۹۸۳ء)، ص ۳۸۹

۴۔ سید عبدالواحد معینی وغیرہ۔ مرتبین۔ مقالاتِ اقبال، (شیخ محمد اشرف لاہور، ۱۹۶۳ء)، ص ۳۹

۵۔ لاہور کا مشہور ادبی رسالہ جو شیخ عبدالقادر کی ادرات میں لاہور سے شائع ہوتا تھا، دیکھیے
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ملفوظاتِ اقبال مع حواشی و تعلیقات، (اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء)، ص ۳۲۰

۶۔ محمد طاہر فاروقی۔ خاطر غزنوی۔ مدیران۔ خیابان، خاص نمبر، (اردو زبان و ادب کا پاکستانی دور)، (شعبۂ اردو، پشاور یونی ورسٹی، شمارہ نمبر ۵۰، ۱۹۶۴ء)، ص ۴۶۳

۷۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، اقبال کی اردو نثر، (مجلسِ ترقیٔ ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء)، ص ۷۱

۸۔ محمد حنیف شاہد، مفکرِ پاکستان، (سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۲ء)، ص ۹۹

۹۔ ایضاً ص ۱۸۳

۱۰۔ پروفیسر محمد عثمان، حیاتِ اقبال کا ایک جذباتی دور، (مکتبۂ جدید، لاہور، ۱۹۷۵ء)، ص ۱۵۰

۱۱۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، مطالعۂ اقبال کے چند نئے رُخ، (بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۸۴ء)، دیکھیے مقالات: (۱) قومی زندگی (۲) ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر (۳) خلافتِ اسلامیہ وغیرہ

۱۲۔ سید عبدالواحد معینی وغیرہ۔ مرتبین۔ مقالاتِ اقبال، ص ۹۲

۱۳۔ ایضاً ۹۴

۱۴۔ پروفیسر محمد عثمان، حیاتِ اقبال کا ایک جذباتی دور، ص ۱۵۲

۱۵۔ عبدالواحد معینی وغیرہ۔ مرتبین۔ مقالاتِ اقبال، ص ۹۴

۱۶۔ جاوید اقبال، زندہ رود (جلد اوّل)، (شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۷ء)، ص ۵۲

۱۷۔ عبدالواحد معینی وغیرہ۔ مرتبین۔ مقالاتِ اقبال، ص ۹۵

۱۸۔ محمد عثمان، پروفیسر، حیاتِ اقبال کا ایک جذباتی دور، ص ۱۵۲

۱۹۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، سر گزشتِ اقبال، (اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء)، ص ۹۶
۲۰۔ جاوید اقبال، زندہ رود (جلد اوّل) ص ۵۲
۲۱۔ عبدالواحد معینی وغیرہ۔ مرتبین۔ مقالاتِ اقبال، ص ۹۹
۲۲۔ پروفیسر محمد عثمان، حیاتِ اقبال کا ایک جذباتی دور، ص ۱۵۳

مآخذ:

۱۔ اقبال، جاوید، زندہ رود (جلد اوّل)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۷ء۔
۲۔ شاہد، محمد حنیف، مفکرِ پاکستان، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء۔
۳۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اقبال کی اُردو نثر، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۷۷ء۔
۴۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، سر گزشتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۷۷ء۔
۵۔ عبدالواحد معینی، سیّد، مقالاتِ اقبال، لاہور: شیخ محمد اشرف، ۱۹۶۳ء۔
۶۔ فاروقی، محمد طاہر، خاطر غزنوی، مدیران ''خیابان'' (خاص نمبر)، اُردو زبان و ادب کا پاکستانی دور، شعبۂ اُردو، پشاور یونیورسٹی، ۱۹۶۴ء۔
۷۔ محمد عثمان، پروفیسر، حیاتِ اقبال کا ایک جذباتی دور، لاہور: مکتبۂ جدید، ۱۹۷۵ء۔
۸۔ ناز، ایم ایس، حیاتِ اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۷ء۔

☆☆☆